DARYAFT: ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 15, Issue 02,(Dec 2023): DOI #https://doi.org/10.52015/daryaft.v15i02.370

ڈاکٹر نعیمہ بی بی
ٹیچنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد

"زندگی ایک ناراض متن": مابعد جدید مطالعہ

Dr. Naeema Bibi
Teaching Research Associate, International Islamic University, Islamabad

"Zindagi aik Naraz Matan": A Postmodern Study

ABSTRACT
Shahida Dilawar's novel "Zindagi aik naraz Matan" was published in 2023 by Akas Publications Lahore, offers a unique exploration of contemporary social realities through the lens of postmodern literature. The narrative is intricately woven around three main characters include Anum (Anu), Ali (narrator) and Sarwar Javed highlighting the nuances of life spent in the complex landscape of modern offices. This paper delves into the postmodern nature of the novel, shedding light on the pervasive use of various postmodern techniques. Such as irony, palyfullness, black humour, faction, like Metafiction, Historiographic Metafiction, Pastiche, Intertextuality, Paranoia ،Temporal Distortion, Maximalism have been used repeatedly. In this paper, it is tried to understand the novel by studying these postmodern techniques.

Keywords: *Shahida Dilawar, Urdu Novel, zindagi aik naraz matan, postmodern urdu fiction, techniques, irony, palyfullness, black humour, faction, Metafiction, Historiographic Metafiction, Pastiche, Paranoia, Intertextuality, Temporal Distortion, Maximalism*

مابعد جدید عہد میں جہاں دنیانت نئی تبدیلیوں سے گزر رہی ہے وہیں ہر زبان کا ادب بھی مابعد جدیدیت سے متاثر ہو رہا ہے۔مابعد جدید ادب میں بہت سی چیزیں آجاتی ہیں جن میں فکشن کی مابعد جدید تکنیک بھی شامل ہیں۔ جدید مغربی ادب میں فکشن کی مابعد تکنیک کا استعمال عام سی بات ہے مگر اب اردو ادب میں بھی فکشن کی یہ مابعد جدید تکنیک استعمال کی جارہی ہیں۔ فکشن کی مابعد جدید تکنیک متن میں کئی چیزوں کی موجودگی کا باعث بنتی ہے۔ شاہدہ دلاور کا ناول زندگی ایک ناراض متن ۲۰۲۳ء میں عکس پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوا۔ اس ناول کی کہانی کے تین بنیادی کرداروں میں انعم (انو)، علی (راوی) اور سرور جاوید شامل ہیں ان تینوں کرداروں کے ذریعے کہانی کا تار و پود بنا گیا ہے۔ عصر حاضر کی معاشرتی صورت حال اور دفتروں میں بیتائے جانے والی زندگی اس ناول کا نمایاں موضوع ہے۔ ناول "زندگی ایک ناراض متن" میں فکشن کی مابعد جدید تکنیک کا استعمال بہت عام کیا گیا ہے۔ جو اس ناول کو مابعد جدید بناتا ہے۔

Received: 12th Aug, 2023 | Accepted: 1st Dec, 2023 | Available Online: 30th Dec,2023
DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

طنز خفی (Irony) مابعد جدید ادب کی ایک تکنیک ہے[۱]۔ جس میں بات کہنے والے کا مطلب کچھ مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اپنی بات کو بیان کرنے کے لیے وہ بالکل منفرد الفاظ استعمال کرتا ہے۔ ناول زندگی ایک ناراض متن میں طنزِ خفی کا استعمال بہت عام ملتا ہے۔ مثلاً

> "کچھ لوگ پیٹ پر پتھر رکھ کر چلتے ہیں جیسے انھوں نے بیوی، ماں بہن یا بیٹی کی پھٹی پرانی چنری سے خود کو باندھ رکھا ہوتا ہے۔ یکایک گلیاں بازار پارک یا مساجد نعروں اور جوابی نعروں سے فضا آلودہ ہوتی ہے بالآخر پنڈال سے وہی اغوا ہو جاتا ہے۔"[۲]

مصنف نے اس ناول میں اپنے بیانیے کے ذریعے اپنے نظریات بیان کرنے کے لیے بھی اس تکنیک کا استعمال کیا ہے جیسے وہ کہتی ہیں کہ اس بوڑھی ہوتی ہوئی کائنات میں انسانی زندگی ایک روبوٹ ہے اس کے کئی مالکان ہوتے ہیں اس کا ایک بڑا مالک بھی ہے مگر اس کے نیچے بے شمار چھوٹے چھوٹے مالکان ہیں۔ ان کے آگے بھی کم حیثیت کے مالکان ہیں۔ سوائے بڑے مالک کے سب روبوٹ ہیں۔ کوئی بڑے سائز کا مالک ہے اور کوئی چھوٹے سائز کا ہے۔ یوں مصنفہ حالات کی Irony کے ذریعے طنز کو وسیع معنوں میں استعمال کر رہی ہیں۔ جیسے یہ اقتباس دیکھیے جو حالات کی Irony کو واضح کر رہا ہے۔

> "یہ کوئی اٹھارہ انیس سال آگے کی بات ہے کہ ایک بڑی یونیورسٹی میں ایک تھرڈ ڈویژنر کو فرسٹ ڈوویژنر پر اس وجہ سے ترجیح دی گئی کہ وہ شخص چیئر پرسن کا منظور نگاہ تھا۔ اسی طرح ایک مشہور اور مہنگی پرائیویٹ یونیورسٹی میں بھی ایک تھرڈ ڈویژنر اس وقت فل پروفیسر کے مزے لوٹ رہی ہے۔"[۳]

Irony تضحیک، تحقیر اور مزاح کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ناول زندگی ایک ناراض متن میں مابعد جدید معاشرے پر شدید طنز ملتا ہے مصنفہ کے خیال میں اس وقت معاشرے کو صارف کلچر میں بدل دیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں خرید اور فروخت دونوں ویلیوز اپنی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں ان میں کسی جگہ کی خرید زیادہ نام کما جاتی ہے اور کسی وقت فروخت آگے بڑھ جاتی ہے۔ یہاں خرید و فروخت کی قدر و منزلت بھی اوپر والے طبقے کے ابرو کی مرہون منت بنا دی گئی ہے۔ پیٹ بھرنے کے لیے گردہ بیچا جاتا ہے اور ابرو والے کی طمع کبھی ختم نہیں ہوتی انسان کے خون سے انسان کی مصنوعات بنتی ہیں۔ امیر لوگ غریبوں کی بھوک، رسوائی اور ذلت پر اپنے محل تعمیر کرتے ہیں جنھیں پچھلی کئی صدیوں میں غرق ہونے کے بعد اپنے وجود کے چیتھڑے تلاش کرنے میں اگلی کئی صدیاں لگ جائیں گی۔ یہ جملے مصنف کے یا پھر یوں کہیے ایک مابعد نو آبادیاتی فرد کی امیروں کی طاقت، غلبے اور ان کے تحکمانہ انداز سے نفرت کو

بھی ظاہر کرتا ہے اور یہ بھی کہ اعلیٰ طبقہ غریبوں کو دنیا میں ترقی کرتے نہیں دیکھ سکتا۔ یوں یہ طنزِ خفی تحقیر کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

طنزِ خفی میں مصنف اپنے نظریاتی مفاہیم کو کہانی اور کردار کے ارتقا کے لبادے میں چھپا دیتا ہے اور وہ اسے مرادی معنوں میں متن میں پیش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ناول میں عصری صورت حال میں میڈیا کے کردار کو بیان کرنے کے لیے طنز کا سہارا لیا گیا ہے جیسے مصنفہ کہتی ہیں کہ ٹی وی پر بیٹھی اینکر پرسن چیخ چیخ کر اپنے ہونے کا یقین دلاتی ہیں ایک ٹی وی چینل سے بچنے کے لیے دوسرا چینل آن کرو تو وہاں ایک دوسرا اینکر چیخ کر بات کر رہا ہوتا ہے گویا اس نے پہلی والی سے بڑا ہنگامہ کر رکھا ہوتا ہے اسے رٹینگ کی دوڑ میں آگے بڑھنا ہے۔ اس میں طعن و تشنیع، خلاف توقع نتائج نکالنے اور مضحکہ خیز خاکہ بنا کر عام زندگی کے کسی معاملے کو اجاگر کیا جاتا ہے جبکہ ساتھ ساتھ اس معاملے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی بھی ڈالی جاتی ہے۔ جیسے ناول میں غربت کو طنزیہ انداز میں بیان کرنے کے لیے غریبوں کے کردار کو اجاگر کیا گیا ہے اور امیروں کے طریقۂ واردات کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اقتباس دیکھیے۔

> "چکا چوند پیدا شدہ روشنیوں میں جمع کیے ہوئے کرنسی نوٹوں کے اٹیچی کیس اگرچہ پہلے محلات کے اندر دیواروں، چھتوں اور خفیہ خانوں میں چن دیے جاتے ہیں اور بعد ازاں کنٹینروں میں ڈال کر بیرون ملک کا اور اپنی نسلوں کا رزق حرام محفوظ رکھتے ہیں۔"(۴)

Irony میں اپنی باتوں کے مفاہیم کو مسخ کر کے پیش کرنا، کسی بھی واقعہ کو نہایت چھوٹا کر کے یا بڑا کر کے بیان کرنا، لفاظی کے ذریعے قاری کو اپنے الفاظ میں الجھالینا، مبہم بیان، تشبیہ اور استعارے کا استعمال، اپنی ہی بات یا دلیل کی تردید کرتے ہوئے لفظ یا اقتباسات، تمثیل اور ذو معنی کنایوں کا استعمال، وہ عام ٹولز ہیں جن کے استعمال سے طنزیہ متن لکھا جاتا ہے۔(۵) ادب میں طنز خفی کی تکنیک استعمال کرنے کا مقصد عام طور پر قاری کو چونکا کر کسی بھی پیدا شدہ نئی صورت حال کے کسی ایک خاص جزو کے احمقانہ حصے یا پھر کسی کجی اور خامی کو بڑا کر کے سماج میں اس موضوع پر باہمی گفت و شنید کی فضا پیدا کرنا ہوتا ہے تاکہ اس مسئلے کا کوئی مناسب حل ڈھونڈنے کی کوشش کی جائے۔ طنز خفی کی تکنیک استعمال کرنے والا مصنف کسی ایسے موضوع یا شخص کو اپنا ہدف بناتا ہے جس میں اسے کوئی برائی نظر آئے اور وہ طنز خفی یا پھر مزاح کے پیرائے میں ان کوتاہیوں کو سامنے لاتا ہے۔ طنز خفی کا مقصد عوام کی توجہ معاشرے یا افراد کی ان خامیوں، کجیوں یا کوتاہیوں کی طرف دلانی ہوتی ہے جو کہ معاشرے کے لیے مضر یا نقصان دہ ہوتی ہیں۔ مصنفہ لکھتی ہیں۔

"درحقیقت ملمع کاری میں چھپے ہوئے بظاہر صوبر اور پارسا چہرے جھکی ہوئی نگاہوں سے عورتوں کو کپڑوں کے اندر تک جھانکتے ہیں اور غیر انسانی سوچ میں غرق جبری زناکاری کے قائل، نہ پکڑے جاتے ہیں نہ سزا کے حق دار ٹھہرتے ہیں بلکہ کسی نہ کسی روپ میں فیصلہ کاروں میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی مرضی کے قضیے کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان کی موجودگی میں مقہور پر زمین تنگ اور قاہر پر کشادہ ہوتی جاتی ہے۔"(٦)

یہ جملے اپنے اندر ایک وسیع طنز کو چھپائے ہوئے ہے۔ ایک معاشرہ جہاں آئے دن دہشت گردی، بدعنوانی اور رشوت عام بات ہے وہاں اس طرح کے اقتباسات متن میں طنزِ خفی کی عمدہ مثال بن جاتے ہیں۔ اکثر اوقات زبانی طنزِ خفی، ڈرامائی طنزِ خفی اور حالاتی طنزِ خفی ایک سچائی کے دعوے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ کسی سماج یا معاشرے کی خامیوں اور کمیوں کا مطالعہ اس کے طنزیہ فکشن اور ادب کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ اس ناول میں بھی پاکستانی سماج کی کمیوں کو طنزیہ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس تکنیک کے ذریعے موجودہ جامعات کے ماحول کی ہلکی سی تصویر ناول میں واضح کی گئی ہے مثال کے طور پر

"ایسے ایسے نایاب تحفے پائے جاتے ہیں ان تعلیمی اداروں میں کہ اگر ان کی اصلیت سے ہمارا معاشرہ واقف ہو جائے تو ان مسیحاؤں کے روپ میں چھپے ہوئے بھیڑیے عوام میں کہیں منھ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔"(٧)

یوں ناول "زندگی ایک ناراض متن" میں طنزِ خفی کو عمدہ طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ڈاکٹر شاہدہ دلاور نے پاکستانی سماج کی نہ صرف برائیوں کو اجاگر کیا ہے بلکہ حالات و واقعات اور کرداروں کے ذریعے بھی طنزِ خفی کو اجاگر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس مابعد جدید تکنیک کے ذریعے متن میں اپنے نظریات کا اظہار بھی مخفی الفاظ اور اشاروں و علامتوں میں کر کے مصنف اپنا بیانیہ بھی ظاہر کر سکتا ہے مابعد جدید تکنیک کے طور پر مصنفہ نے اس کے ذریعے اپنا بیانیہ تشکیل دیا ہے۔

کھیل تماشا (Playfulness) فکشن کی مابعد جدید تکنیک میں سے ایک ہے۔ عمومی طور پر اس تکنیک کو Irony یعنی طنزِ خفی کے ساتھ ہی استعمال کیا جاتا ہے۔(٨) اس تکنیک میں بھی مختلف قسم کے جنون کو فکشن میں بیان کیا جاتا ہے۔ کھیل تماشا کی تکنیک کے ذریعے پوسٹ ماڈرن مصنفین دنیا کی دوبارہ تعمیر، یا دنیاوی منافع یا کسی بھی مقصد کے لیے دی جانے والی ڈراؤنی انسانی قربانیوں جیسے قبیح فعل کو پروان چڑھانے کی مخالفت کرتے ہیں۔ پوسٹ ماڈرن ازم میں سنجیدہ موضوعات کو کھیل اور مزاح میں پیش کرنا عام بات ہے۔ ہنسی اور شکست سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی اور موت جیسے بھیانک موضوعات کو اس تکنیک کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ

"روشن دور آگیا ہے جنت کی گارنٹی دینے والوں کے دن پھر گئے سقراط نے اپنا کاروبار شروع کر لیا۔ پرانے بیوپاریوں کو نیا کاروباری کھٹکنے لگا اس ایک نے ان کے خلاف بولی لگائی۔۔۔ وہ جنت بیچنے والے سے جہنم خرید لایا جہنم بیچنے والوں کے پاس جہنم محض بوجھ تھا انھوں نے اس نحوست کو بھی بیچ کر مال کمایا انھوں نے منہ مانگے داموں سے جہنم بیچا۔ ایک تو مال بک گیا دوسرا سقراط کو پاگل ثابت کرنے کی سند حاصل کر لی۔"(۹)

اس ناول میں اس تکنیک کا استعمال اس لیے محدود ملتا ہے کیونکہ یہ تکنیک عموماً طنزِ خفی اور سیاہ مزاح کے ساتھ ہی استعمال کی جاتی ہے۔ اور اس تکنیک کو طنزِ خفی کے اندر ہی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ مابعد جدید فکشن میں سیاہ مزاح (Black Humour) تکنیک کو بھی Irony اور Playfulness کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔(۱۰) مابعد جدید فکشن نگار سیاہ مزاح کی تکنیک کو تحریر میں اکثر غیر معمولی مسائل کو تلاش کرنے کے لیے ایک آلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اس مزاح کو پڑھنے والوں میں تکلیف اور سنجیدہ سوچ کے ساتھ ساتھ تفریح کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اس ناول میں بھی کہیں کہیں سیاہ مزاح کی تکنیک کا تجربہ کیا گیا ہے بطور مثال یہ اقتباس دیکھیے۔

"کسی کے گھر میں رات کی روٹی پکے نہ پکے مگر موبائل سیل لازمی موجود ہوتا ہے مزدور، گداگر اور گھروں میں کام کرنے والی ماسیوں کے پاس بھی ہمہ وقت موبائل فون ہوتے ہیں۔ ان کی کل کمائی اس چھوٹی سی ڈیوائس میں ہے باقی ساری حیات کی اخلاقیات گویا ان کے لیے کوئی ساشے پیک ہو۔"(۱۱)

جدید زمانے کا انسان بیک وقت ان حالات و واقعات سے دوچار ہے جہاں وہ بیماری، تشویش، تنہائی اور ڈپریشن کا شکار ہے۔ مابعد جدیدیت میں جس جنون و دیوانگی نے سب سے زیادہ فروغ پایا ہے وہ انسانوں کو مغلوب کرنے کی خواہش ہے۔ انسان اپنی ایجاد کردہ ٹیکنالوجی کی بدولت دوسرے انسانوں پر غلبہ و اقتدار پانا چاہتا ہے۔ لیکن وہ خود ایک آلے کا محتاج بن کر رہ گیا ہے۔ اس کے گرد و پیش کے تمام رشتے اس موبائل کی وجہ سے محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس ٹیکنالوجی نے بہت سی راہیں مسدود کر دی ہیں۔ مابعد جدید انسان اپنے دور کے دوسرے چیلنجز کے ساتھ ساتھ مسلسل ٹیکنالوجی مسائل سے بھی نبرد آزما ہے۔

حقسانہ (Faction) ایک ایسی مابعد جدید تکنیک ہے جس میں وسیع پیمانے پر حقائق اور افسانے کو آپس میں گڈ مڈ کر کے پیش کیا جاتا ہے جس سے حقیقی تاریخی اعداد و شمار، تاریخیں، اور تخیلی بات چیت کے ساتھ ساتھ بنت کرے اصل واقعات کو دکھایا جاتا ہے۔(۱۲) جیسے ناول "زندگی ایک ناراض متن" میں سقراط کی پوری زندگی کو بیان کیا گیا

ہے۔ قائد اعظم کی زندگی کے واقعات کو پیش کیا گیا ہے۔ منٹو کی افسانہ نگاری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اسی طرح سیاسی واقعات کی تاریخ کو بھی ناول میں بیان کیا گیا ہے مثال کے طور پر

> "خبر چل رہی تھی کہ وہ روٹی کمانے نکلی تھی اور کنٹینر کے ساتھ بھاگ کر بالآخر اسی کے نیچے آ کے مر گئی۔ کوئی یہ نہیں چاہتا کہ کسی کی ناحق جان جائے۔ نہ کنٹینر والے چاہتے تھے کہ یہ خون ان کے کاندھوں پر آ جائے آج حالات حاضرہ پر گرما گرم بحث جاری تھی سارا شہر اس کی موت پر غم زدہ تھا۔"(۱۳)

حقسانہ میں کسی حقیقی واقعے یا واقعات کے سلسلے یا حقیقی کردار سے منسوب تاریخی واقعات کو تحریر کیا جاتا ہے۔ حقسانہ میں مصنف کا بیانیہ حقیقی واقعات سے بہت قریب رہتا ہے اور اس پر اعلیٰ درجے کی صحافت کا گمان ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مصنف نے اپنے فکشن میں حقائق کو ایسے بیان کیا ہے جیسے وہ متن کا ہی حصہ ہو اور فکشن ہو۔ حقسانہ میں افسانہ کی کہانیوں کی تکنیک کا تجربہ کرتے ہوئے بنیادی حقائق قاری تک پہنچائے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ متن میں پوشیدہ حقائق سے آگاہ ہو سکے۔ حقسانہ کی تکنیک میں نہ صرف حقیقی واقعات بیان کیے جاتے ہیں بلکہ حقیقی شخصیات کا تذکرہ بھی فکشن میں ایسے کیا جاتا ہے کہ قاری کو احساس نہیں ہوتا کہ وہ فکشن پڑھ رہا ہے یا حقیقی تاریخی واقعات۔ مثال کے طور پر مصنفہ نے علامہ اقبال کی زندگی کے ایک گوشے کو موضوع بنایا۔ وہ لکھتی ہیں۔

> "میری ماں کو علامہ اقبال کی شاعری تو پسند تھی مگر شاید علامہ اقبال پسند نہیں تھے ایک دفعہ میں نے بلا مقصد اپنی ماں سے پوچھا کہ اقبال کی نسبت انھیں صرف ان کی شاعری کیوں پسند ہے تو ماں نے بتایا کہ اقبال کی پہلی بیوی کریم بی بی بنت خان بہادر شیخ عطا محمد مرحوم سے مجھے ہمدردی ہے وہ زوجۂ اولیٰ علامہ اقبال تھیں وہ بہت عظیم عورت تھی اسے اپنے خاوند کی کمائی کی حسرت ہی رہی۔ جب اس کے شوہر کے پاس چار پیسے آئے تو دو شادیاں مزید کر لیں۔ کریم بی بی اور اس کے شوہر کی بن نہ سکی۔ حالاں کہ وہ اقبال کے مقابلے میں چاند صورت تھی وہ بھلی عورت نیک سیرت بھی تھی اور حسین بھی۔ اقبال نے شاعری سے تو انصاف کیا مگر اس شریف عورت سے انصاف نہ کر سکے۔"(۱۴)

حقسانہ کی تکنیک ایک طے شدہ اور وہ سٹائل ہے جس کو ایک ہی بیانیاتی طریقہ کار پر لکھا جاتا ہے۔ اور اس میں حقائق کو ادب کے اندر ہی بیان کر دیا جاتا ہے۔ حقسانہ کی مابعد جدید تکنیک اکثر تاریخ یا جغرافیہ کے ماہرین نے حقیقی دنیا کے واقعات کو پیش کرنے کے لیے استعمال کی ہے۔ حقسانہ کی تکنیک میں متن میں پیش کردہ اشاروں اور

علامتوں کی مدد سے بیان کردہ واقعات کے حقائق تک پہنچا جا سکتا ہے اور یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ کہاں یہ افسانہ یاناول اصل واقعات کا ابلاغ کر رہا ہے اور کہاں وہ اس ابلاغ یا واقعات کی ترسیل میں ناکام رہا ہے۔

میٹافکشن(Metafiction) یا اعلیٰ ادب کی تکنیک، ادب کی ایک ایسی ہیئت یا تکنیک ہے جو قاری کو اس بات پر بار بار اصرار کرتی ہے کہ وہ یہ یاد رکھے کہ وہ فکشنی ادب پڑھ رہا ہے۔(۱۵) اس مابعد جدید تکنیک کے ذریعے بعض مابعد جدید مصنفین نے کہانی کے اندر نئی کہانی بیان کی ہے اور کچھ مصنفین نے کہانیوں کے اندر رسوم ورواج اور ثقافت کو بیان کر کے کہانی کو پیش کیا ہے۔ میٹافکشن کی تکنیک قاری کو فکشن کی ہیئت سے متعارف کرواتی ہے میٹافکشن نہ صرف ہیئت کو اجاگر کرتا ہے بلکہ کہیں کہیں فکشن کی تکنیک کا ذکر بھی متن کے اندر موجود ہوتا ہے۔ میٹا فکشن کی تکنیک مسلسل براہ راست یا بالواسطہ طریقے سے کہانی کے بارے میں رائے پیش کرتی ہے ۔ اس تکنیک میں کہانی کا اظہار ایسے الفاظ میں کیا جاتا ہے جس میں زبان اور دوسرے ادبی ٹولز کی مدد سے قاری پر یہ زور دیا جاتا ہے کہ وہ سمجھ لے کہ وہ ایک افسانوی تحریر پڑھ رہا ہے۔ یہ تکنیک عام طور پر ایسے ادبی متون کے بارے میں ہے جو اپنے بارے میں خود آگاہی فراہم کرتے ہیں کرتے ہیں کہ وہ فکشنی ادب ہیں۔ اس ناول میں جو میٹا فکشن کی تکنیک ہے وہ کرداروں کی روایتی ساخت کو متاثر کرتی ہے یہاں کردار خود ایک دوسرے پر تنقید کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک ساتھ بیٹھے انو، سرور جاوید وغیرہ کبھی ماحول کی کثافت پر گفتگو کرتے اور کبھی محبت عشق اور زندگی کے فلسفوں کو بیان کرنے لگتے۔ غافر شہزاد لکھتے ہیں۔

> "زندگی ایک ناراض متن میں میٹافکشن کی جو تکنیک استعمال کی گئی ہے اس میں کردار ایک دوسرے پر اور معاشرے پر تنقید کرتے ہیں خود کو موجود صورت حال سے باہر نکال کر کہانی اور کردار کو پیش کیا گیا ہے۔ اس ناول میں کوئی کردار نہیں وقت کا سفر افقی یا عمودی نہیں بلکہ یہ کراس سیکشنل ہے۔"(۱۶)

تاریخی بیانیہ(Historiographic Metafiction) کی تکنیک بھی مابعد جدید تکنیکوں میں بہت اہم ہے یہ اصطلاح ان افسانوی متون کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس میں میٹا فکشن کے ساتھ تاریخی بیانیہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔(۱۷) ایسے متون اپنے اندر بہت سے تاریخی واقعات کے حوالے بھی رکھتے ہیں۔ اس تکنیک کے ذریعے تاریخ کو فکشنی ادب میں ایسے داخل کیا جاتا ہے جسے پڑھنے والا تاریخی حقائق کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ مابعد جدید مصنفین اکثر اس تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے اصل تاریخی کرداروں اور واقعات کو بھی ادب بنا کر پیش کر دیتے ہیں جیسے ناول زندگی ایک ناراض متن میں کچھ ایسے واقعات ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر

"چند صدیاں پہلے اپنے ہی اسوۂ حیات سے انسان کا دل اوب گیا۔ انسان کی زندگی میں تاریخ پیدا ہو گئی صحافت و سیاست کی بیل منڈھے چڑھ گئی تو ان کی اولادیں پیدا ہونا شروع ہوئیں جس میں "میں" کی آکاس بیل ہر طرف نظر آنے لگی۔ ایک ہی چھت کے نیچے اپنی "میں" کی چھتیں تعمیر ہونے لگیں۔ "[۱۸]

ناول میں سقراط کی زندگی کی تاریخ، موسیٰ کے خدا سے ہم کلام ہونے کے واقعات، پاکستانی سیاست کے اتار چڑھاؤ، انسانی زندگی کے بیشتر فلسفوں کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں اردو ادب کی تاریخ بھی ملتی ہے اس سلسلے میں ناول میں اقبال، منٹو، منیر نیازی، گلزار، انور سن رائے، عذرا عباس وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

فنی مخلوطہ (Pastiche) مابعد جدید فکشن کی ایسی تکنیک ہے جس میں ایک ادبی صنف کے اندر کئی دوسری اصناف کو بھی لایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ناول میں کہیں افسانہ، کہیں اساطیری کہانی یا کہیں نظم پیش کر دی جائے[۱۹] ناول زندگی ایک ناراض متن میں بہت جگہوں پر اس تکنیک کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً ناول میں کہیں گیت کے ٹکڑے ملتے ہیں۔ جیسے

مری آنکھ نہ ہوئی او جھل
ترے سبز دوپٹے پر سے [۲۰]

اور کہیں پوری نظم مل جاتی ہے۔ جیسے

ہمارے جھولے وہیں پڑے ہیں
جہاں پون کی ہوا چلی تھی
ہمیں خبر ہو کہ ہم کہاں ہیں
ابھی ابھی تو یہیں کہیں تھے
ہیں ماں کے ہاتھوں سے لیپی چھت پہ انگلیوں کے نشان تازہ
مقدروں کے عجب دھوکے
ہمیں کو ہم کا پتہ نہیں ہے
مرے عزیزو!
چلو کہ تاکوں میں ہم دوبارہ دیے جلائیں محبتوں کے
آنگنوں میں پڑی ہوئی ہے جو خشک مٹی

چلو کہ اس میں چاہتوں کے بیج بو کر

نئے سرے سے

خزاں کو سے کو ہرا کریں ہم

کہ تیرا پانی بھرا کریں ہم (۲۱)

فنی مخلوطہ کی تکنیک میں متن کے اندر کہیں افسانہ اور کہیں نظم کو پیش کیا جاتا ہے اور کہیں لگتا ہے کہ یہ فن پارہ کسی بیانیے کا اظہار ہے۔ فنی مخلوطہ مختلف اصناف کو جوڑ کر ایک مختلف صنف بنانے اور مابعد جدید حالات و واقعات میں مختلف چیزوں پر تبصرہ کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے انو کی فیس بک پر پوسٹ کی ہوئی یہ نظم مابعد جدید حالات کو ظاہر کر رہی ہے۔ جس میں ناسٹلجیائی کیفیت بھی ہے اور مستقبل کے خدشات بھی ہیں۔

مابعد جدید مصنفین سنسنی خیزی (Paranoia) کی مابعد ادبی تکنیک کو استعمال کرتے ہوئے اپنے متون میں ڈراؤنے واقعات کو بیان کرتے ہیں جن کی پڑھت سے قاری خوف کا شکار ہو سکتا ہے اور وہ کئی کئی دن تک اس کے خوف میں مبتلا رہتا ہے۔ (۲۲) شاہدہ دلاور نے اپنے ناول "زندگی ایک ناراض متن" میں اس تکنیک کا استعمال کہیں کم کیا ہے اور کہیں زیادہ۔ انھوں نے حالات و واقعات کے ذریعے کہیں زیادہ سنسنی خیزی پیدا کی ہے اور کہیں کم۔ انھیں جہاں حالات میں شدت دکھانی مقصود ہوتی ہے وہاں وہ اس تکنیک کا استعمال کرتے ہیں۔ ناول سے یہ مثال ملاحظہ کیجیے۔

"ہمارا عہد تو ہونی ان ہونی اور ممکن ناممکن کی درمیانی پگڈنڈی پر لڑکھڑا تا رہا ہے اپنے بوئے ہوؤں کو کاٹنا تو عین درست ہے مگر دوسروں کے خون سے سینچے ہوئے اشجار کی لاٹھیاں بنا کر انھیں کی پیٹھوں پر برسا کے ثابت کر دیا جاتا ہے کہ پرانے بیانیے زیر زمین داب دیے گئے ہیں ان کی جگہ مرضی کے بیانیے اگ آئے ہیں یا اگا لیے گئے ہیں اب تمھاری بھینس کو تمھاری ہی لاٹھی سے ہانکنے کے دستور وضع کر لیے گئے ہیں۔" (۲۳)

بین المتونیت (Intertextuality) فکشن کی مابعد جدید تکنیک ہے جس کے ذریعے ایک فکشن میں کئی دوسرے متون کے حوالے شامل کیے جاتے ہیں (۲۴) ان حوالوں کو سمجھے بغیر متن کی تفہیم ممکن نہیں ہوتی۔ کوئی بھی ایسا ٹیکسٹ (خواہ وہ افسانہ ہو یا ناول، نظم ہو یا تاریخی متن) موجود نہیں ہے جو کسی اور متنی حوالے کے بغیر مکمل ہو ہر متن دوسرے متن سے ظہور میں آتا ہے۔ جیسے اس ناول میں کئی متنی حوالے موجود ہیں۔

"دنیا کے بڑے مصور وان گو نے اپنی تصویر سے حیرت اور اداسی کو کبھی فراموش نہیں ہونے دیا اس کا قول ۔۔۔۔۔ ایک اہم قول ۔۔۔۔۔ آخری قول کہ ۔۔۔۔۔" یہ اداسی ہمیشہ رہے گی"۔(۲۵)

بین التونیت کی تکنیک سے مراد یہ بھی ہے کہ کسی بھی متن کو سمجھنے کے لیے کسی دوسرے متن کے معنی اور سیاق وسباق کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ بین التونیت کی تکنیک یہ بتاتی ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا متن موجود نہیں ہے جس میں کسی اور متن کا حوالہ موجود نہ ہو یا جس کے متعلق کہا جا سکے کہ یہ متن خود کفیل ہے بین التونیت میں پیروڈی، اقوال، محاورے، حوالہ جات، ثقافت، اساطیر، شخصیات وغیرہ سب آجاتے ہیں۔ جن کے ذریعے مصنف اپنے متن کو مستند بنا کر پیش کرتا ہے۔ اس ناول میں بھی بین المتنیت کی بہت سی عمدہ مثالیں موجود ہیں جیسے کہ

"ریل کی سیٹی اور منٹو کے ٹوبہ ٹیک سنگھ جیسی ہمارے ساتھ بیتی داستانوں میں کیڑے نظر آتے ہیں۔ لاجونتی کا کرب کون بتائے۔ شیو کمار بٹالوی کے بین اس کی جھولی میں رکھ کر اسے ہندوستان کو بخش دیا گیا۔"(۲۶)

اب کوئی ان افسانوں کے اصل متون سے آگاہ ہو گا تب ہی وہ ان کی مکمل تفہیم کر سکے گا۔ ناول میں ایک جگہ طاعون کی وبا، ٹی بی وائرس، کرونا جیسا موذی مہلک، ڈینگی مچھر وغیرہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اس کے علاوہ خواجہ خضر کا تذکرہ، خسرو کا ذکر، نظام الدین اولیا، سدہارتھ، انورسن رائے، عبد اللہ حسین، انتظار حسین، مسعود اشعر، وزیر آغا، شمیم حنفی، گوپی چند نارنگ، ساقی فاروقی، شمس الرحمٰن فاروقی، وحید قریشی، شریف کنجاہی، احمد ندیم قاسمی، منیر نیازی، عذرا عباس کا تذکرہ ملتا ہے۔ یووال نوح حراری کی بندہ بشر سے درج ذیل اقتباس ناول میں ملتا ہے۔

"میں یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے تجویز کروں گا جو ابتدائی انسانی تاریخ کو دلچسپ نگاہ سے دیکھتا ہے آپ سے ختم کیے بغیر نہیں رکھ سکیں گے۔"(۲۷)

ناول زندگی ایک ناراض متن میں ہمیں کئی دوسرے متون کے حوالے ملتے ہیں منٹو سے متعلق یہ اقتباس دیکھیے۔
منٹو بتاتا ہے کہ شیطان اتنا بڑا گستاخ تھا کہ اس نے سیدھا خدا کو کہہ دیا کہ

"میں نہیں کرتا سجدہ، اور مردود ہو گیا۔ خدا اتنا بڑا سیکولر ہے کہ اس نے اختلاف رائے پر شیطان کو مارا نہیں بلکہ مہلت دی کہ اپنے نظریے پر لوگوں کو قائل کر سکتا ہے تو کر لے۔"(۲۸)

اسی طرح ناول میں منٹو کے بہت سے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ جیسے صفحہ ۱۵۸ پر منٹو کے ایک ریڑھی پر نوجوان سے سارے آم خریدے جانے کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مابعد جدید تکنیک میں زمانی انتشار (Temporal Distortion) کی تکنیک غیر خطی زمانیت وقت کی ریزہ خیالی، منتشر ہونے اور زمان و مکان سے مباحث کو بیان کرتی ہے۔[۲۹] ناول "زندگی ایک ناراض متن" میں اس تکنیک کے ذریعے شاہدہ دلاور نے پوری کہانی کی ترتیب اور واقعات کو توڑ پھوڑ کر اور زمانی انتشار کی صورت میں پیش کیا ہے۔ناول میں پیش کیے گئے تمام واقعات میں کوئی تسلسل نہیں بلکہ واقعات بے ترتیب اور غیر منطقی ہیں۔دراصل انتشار اور غیر جغرافیائی بیانیے ماڈرن ازم اور پوسٹ ماڈرن ازم دونوں میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے مصنفہ نے کہانی اور اپنے بیانیے کو ایک ساتھ ناول میں استعمال کیا ہے۔مثال کے طور پر

"تاریخیں، سال اور کیلنڈر کو میں بہت نہیں سوچتا۔یہ انسان کو خوشیاں عطا کرنے سے زیادہ پریشان رکھتے ہیں۔یہ سال انسانی عمر کو گھٹاتے ہیں بڑھاتے نہیں ہیں۔یہ ہماری زندگیوں میں صرف چبھتے ہی نہیں ہیں بلکہ پیوست ہو جاتے ہیں۔"[۳۰]

مابعد جدید فکشن چیزوں کو متنوع انداز سے پیش کرتا ہے۔یعنی اس میں ہر چیز کی تفصیل اور اس کے مختلف پہلو بیان کیے جاتے ہیں۔فکشن کی مابعد جدید تکنیک میں کثرت / رنگارنگی (Maximalism) کی تکنیک کے ذریعے متن میں ثقافت کی رنگارنگی کو یوں پیش کیا جاتا ہے جیسے یہ متن میں ناگزیر ہو اور یہ تفصیل غیر ضروری بھی نہیں لگتی۔اس کے ذریعے متن میں سیاسی و ثقافتی معاملات کو باہم پیش کیا جاسکتا ہے۔[۳۱] اس تکنیک کے ذریعے متن میں سماج کی ارد گرد کی معاشرت، مسائل، ثقافت، تہذیب اور مذہب ہر چیز کو بیان کر دیا جاتا ہے۔یہ اقتباس اس پر دال ہے۔

"کلچر اور ادب کی سوچ نئے دور کے فیسٹیول میں مقید ہو چکی ہے فیسٹیول کو میلہ کہا جاتا تھا ۔میلے کے اندر اور باہر ہر دو جگہ پر صاف دلی ہوا کرتی تھی۔فیسٹیول ضرور ہونے چاہئیں کلاس کی کلاس کو بھی اپنی من مانی کرنے کا حق ہے مگر ان فیسٹیول کی آڑ میں میلہ ٹھیلہ قربان کر دیا گیا میلہ ٹھیلہ قربان ہوا تو غریب طبقہ قربان ہوا۔"[۳۲]

کبھی کبھی فکشن میں مابعد جدید فکشن نگار اس تکنیک کے ذریعے اپنا تخیل واضح کرتے ہیں۔مثال کے طور پر

"میں اس کے خیال کی گال پر ایک حسین دلکش جھیل بناتا ہوں ۔۔۔۔ جھیل کے کناروں کے ساتھ ساتھ خوبصورت ندیاں رکھتا ہوں جن کے اپنے کنارے ہیں اور ان کناروں کے پہلو بہ پہلو پھولوں کے تھالے ہیں۔ان تھالوں سے ابھرتی ہوئی سبز شاخوں پر رنگوں سے لدے ہوئے پھول، ندی کناروں سے اندر باہر قالین بنے ہوئے ہیں ان قالینوں پر تتلیاں اپنے ہونٹ رکھتی ہیں۔ تتلیوں کے پروں پر ڈمپل نما تل ہیں جو ان کے جمال کو چمکاتے ہیں۔"[۳۳]

ناول "زندگی ایک ناراض متن" ایک مابعد جدید ناول ہے۔ شاہدہ دلاور نے فکشن کی مابعد جدید تکنیک کو استعمال کرتے ہوئے ناول کو مابعد جدید بنا دیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ طنز (Irony)، طنز-و-مزاح-کیا-ہے، http//forum.mohaddis.com/threads ۔ تاریخ ملاحظہ: ۲۲ جنوری ۲۰۱۸ء۔

۲۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۳ء ص ۱۲

۳۔ ایضاً، ص ۵۰

۴۔ ایضاً، ص ۱۲

۵۔ طنز (Irony)، https://literarydevices.net/irony/ تاریخ ملاحظہ: ۲۸ مارچ ۲۰۱۸ء۔

۶۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۶۳

۷۔ ایضاً، ص ۶۵

۸۔ کھیل تماشا (playfulness)، ۔ http://encyclopedia2.the-free dictionary.com تاریخ ملاحظہ: ۳ جنوری ۲۰۱۷ء۔

۹۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۱۶۲

۱۰۔ سیاہ مزاح (Black Humour)-http://www.dictionary.com/browse/black، تاریخ ملاحظہ: ۳ جنوری ۲۰۱۷ء۔

۱۱۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۱۱۵

۱۲۔ لنڈا ہیچن (Hutcheon Linda)، *A Poetics of Postmodernism History, Theory, Fiction*، (نیویارک: ۱۹۸۸ء)، ص ۱۹۔

۱۳۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۶۳

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۱۵۔ ولیم۔ ایچ۔ گیس (William. H. Gass)، Fiction and the Figures of Life (نیویارک: الفریڈ، ۱۹۷۰ء)، ص ۲۵۔

۱۶۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۲۲۳

۱۷۔ تاریخی بیانیہ، https://gunn-final.weebly.comthemes-and-techniques تاریخ ملاحظہ ۱۷ دسمبر ۲۰۲۲ء۔

۱۸۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۱۶۹

۱۹۔ فنی مخلوطہ، https: How-are-postmodern-literary techniques-used، -تاریخ ملاحظہ ۱۹ اگست ۲۰۲۰ء۔

۲۰۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۲۶

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۱۷

۲۲۔ سنسنی خیزی، https://thefinaltwist.wordpress.com/postmodern-writing techniques-، -by-mark-h-phili تاریخ ملاحظہ ۲ جنوری ۲۰۲۳ء۔

۲۳۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۱۵۸

۲۴۔ جولیا کرسٹیوا، Desire In Language، (نیویارک: کولمبیا یونی ورسٹی، ۱۹۸۰ء)، ص ۱۳۰۔

۲۵۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۱۶۵

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۷

۲۷۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۲۰

۲۹۔ زمانی انتشار، https://www.shmoop.com/postmodern- literature، characteristics.html تاریخ ملاحظہ ۲۵ جنوری ۲۰۲۳۔

۳۰۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۴۴

۳۱۔ کثرت، رنگارنگی، https://www.shmoop.com/postmodern- literature/ تاریخ ملاحظہ ۲۵ جنوری ۲۰۲۳۔

۳۲۔ شاہدہ دلاور، ڈاکٹر، زندگی ایک ناراض متن، ایضاً، ص ۱۶۱

۳۳۔ ایضاً، ص ۴۱

References in Roman Script:

1. Tanz , tanaz o mazah kia hy. http//forum.mohaddis.com/threads (22 January 2018)
2. Shahida dilawar, Dr, zindagi aik naraz matan, Akas publications, Lahore, 2023, p12.
3. Tanaz , https://literarydevices.net/irony (28 march 2018)
4. Playfulness,- the free dictionary.com - http://encyclopedia2.(3 January 2017)
5. Black Humour, http://www.dictionary.com/browse/black humorur(3 January 2017)
6. Hutcheon Linda, A Poetics of postmodernism History, Theory, Fiction(new York 1988)p19.

7. William. H. Gas, Fiction and the Figures of Life(new York: Alfred 1970,p 25.
8. Hysterographic metafiction , https:// gunn-final. Weebly .comthemes-and-techniques(17 December 2022)
9. Pastiche , https: How-are-postmodern-literary techniques-used(19 August 2020)
10. Paranoia , https://thefinaltwist.wordpress.com/postmodern-writing techniques-by-mark-h-phili(2 January 2023)
11. Julia Kristeva, Desire In Language,(new York: komlbia university 1980), p130.
12. Temporal distortion , https://www.shmoop.com/postmodern- literature(25 January 2023)
13. Maximalism, https://www.shmoop.com/postmodern- literature(25 January 2023)